OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.10 Issue 11 June 2022

مذہب اور انسانی نفسیات: عصری تحقیقات کا تجزیاتی مطالعہ

RELIGION AND HUMAN PSYCHOLOGY: AN ANALYTICAL STUDY OF CONTEMPORARY RESEARCHES

Moazzam Ali
Ph.D Scholar, Departemtn of Islamic Studies, Gift University,Gujranwala.

Dr. Ghulam Yousaf
Professor, Department of Islamic Studies, Gift University, Gujranwala.

Abstract: In Islam, first the Quran, then Hadith and then the most studied jurisprudence. In the subcontinent, the scholars of Farangi Mahal first worked on it. One of the special features of this was that Ulema-e-Farangi Mahal, which was founded by Mullah Nizamuddin Farangi Mahal, started Dars-e-Nizami. This group of scholars did very important work on fatwas, jurisprudence, and principles of jurisprudence. The most important work is the role of the group of these scholars in the Fatwa of India known as the Fatwa of Alamgiri, Collection of Fatwas of Maulana Abdul Hai FarangiMahali, and Collection of Fatwas of Maulana Yusuf. Many other scholars who have written many books and commentaries on this knowledge are still in the hands of those who seek knowledge today.

Keywords: Jahãngir, MolānāQuṭub U DīnShaeedSahalvī, Molana Abdul ḤaiFarangīMaḥalī, Ulama-e-FarangīMaḥal.

مذہب کیا ہے؟اور انسان کے ساتھ اس کے تعلق کی مدت کتنی ہے؟ کیا ابتداء ہی سے یہ انسانی فکر کا حصہ تھا یا پھر انسان نے زمین پر آباد ہونے کے بعد رفتہ رفتہ اس سے واقفیت حاصل کی؟ یہ وہ موضوعات ہیں جو ہمیشہ ہر دور میں زیرِ بحث رہے۔خواہ قدیم دور کے عظیم فلسفی و مفکرین یا جدید دور کے سائنسدان، سب نے اپنے اپنے انداز میں مذہب کی حقیقت اور اس کے اسرار کو جاننے کی کوشش کی۔اسی فکر و جستجو کی بدولت آج بہت سارے معمے سلجھے ہوئے نظر آتے ہیں جو کہ ماضی میں حیرت واستعجاب کا سبب بننے کے ساتھ ساتھ تخیلاتی حدود کے باعث عقل سے ماورا سمجھے جاتے تھے۔

مثال کے طور چاند اور سورج کو کئی اقوام میں معبود کا درجہ حاصل تھا۔جن کے آگے جھک کر بندگی کا اظہار کیا جاتا اور منتیں مانگی جاتیں۔انہیں خوش کرنے کے لئے طرح طرح کے جتن کئے جاتے اور ان کی ناراضگی سے ڈر اور خوف محسوس کیا جاتا اور اسے تباہی و بربادی کا سبب سمجھا جاتا جبکہ عصر حاضر میں علوم کے باعث ایسے عقائد اب تبدیل ہو چکے ہیں۔لہذا مذہب بطور اصطلاح اپنے دامن میں کئی معنیٰ چھپائے ہوئے ہے جو تغیر زمانہ کے ساتھ ساتھ تبدیل و تعمیر ہوتے رہے۔

مذہب کی تعریف کے بارے میں مفکرین کے ہاں ایک سطحی قسم کا اختلاف پایا جاتا ہے اور راقم الحروف کی رائے کے مطابق شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان میں سے بعض مفکرین نے مذہب کو مذہب کی بتلائی گئی تعلیمات کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ مذہب کو اپنی زندگی کے مطالعات و تجربات کی زیرِ سایہ پرکھتے رہے اور یہی سبب بنا ہو کہ ہر دور میں اہل علم ایک متفق اور جامع تعریف بیان کرنے سے قاصر رہے ہیں۔بعض اوقات علمی روایات، علاقائی اثرات اور تعلیم و تربیت کے تہذیبی افکار کا اثر بھی مفکر کی سوچ پر غالب نظر آتا ہے جس کے باعث دیگر اقوام کے مفکرین سے فکری اختلاف واضح تر ہوتا چلا جاتا ہے۔انہی الفاظ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مختلف مکتبہ ہائے فکر کی بیان کی گئی تعریفات سے اخذ و استفادہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔لہذا لفظ "مذہب" کو لغات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اہل لغت اس کے کیا معنی متعیّن کرتے ہیں۔

چونکہ مذہب کو ہمیشہ ایک راہِ فکر و عمل کے طور پر دیکھا جاتا ہے جس پر چلتے ہوئے انسانی فکر، عمل کے ساتھ اور عملی زندگی، فکر کے ساتھ ہم آہنگ ہوتی ہے یعنی مذہب فکر و عمل کا مجموعہ ہے۔

فکر، کسی ایک خالق و مالک کا ہونا، اس کے مختارِ کل ہونے کا یقین اور ہمہ وقت و ہمہ جہت حاضر و ناضر رہنے جیسے تصورات پر مشتمل ہوتی ہے اور عمل وہ "اسوہ حسنہ" جو تعلیمات الٰہیہ سے مزّین، قابلِ تقلید اور انسانی فطرت کے تقاضوں

کے عین مطابق ہوتا ہے لہذا مذہب اعتقادات، عبادات، معاملات اور اخلاقیات کے بارے میں فکری تعلیمات کے ذریعے عملی راہ کا تعیّن کرتا ہے جس پر کاربند رہ کر انسان آپس کے تعلقات کو درست رکھنے کے ساتھ ساتھ خالق و مالک کی جناب میں شرف قبولیت بھی حاصل کر سکتا ہے۔ لہذا مذہب، لغوی اعتبار سے دیکھا جائے تو ذھب یذھب ذھاباً وذھوباً و مذھباً سے ماخوذ ہے۔1

یہ مفعل کے وزن پر اسم ظرفِ مکاں ہے اور اس کی جمع مذاہب ہے، جس کے معنٰی طریقہ، عقیدہ، اصل، راستہ، مسلک اور دین وغیرہ کے ہیں۔2

لہذا علامہ فیروز آبادی(1329ء-1415ء) مذہب کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ

المذہب:المتوضا،والمعتقد الذی یذھب الیه،والطریقه "

مذہب سے مراد چلنے کی جگہ، واضح کیا گیا پاکیزہ راستہ اور اعتقاد، ایسا طریقہ جس پر چلا جائے"3

اسی طرح مذہب اللغات میں مرقوم ہے کہ

مذہب (بفتح اول وسوم) اس کے معنٰی دین، ایمان، آئین، عقیدہ، راہ، راستہ اور طریق ہے4

انگریزی زبان میں مذہب کے مترادف لفظ Religion استعمال ہوتا ہے۔ جو دراصل فرانسیسی لفظ Religiex اور لاطینی لفظ Riligio سے ماخوذ ہے جس کے معنی عقیدہ، طریقہ عبادت اور مافوق الفطرت قوتوں کے خوف واطاعت سے منسلک ہیں۔5

لٹل آکسفورڈ ڈکشنری آف انگلش (Little Oxford Dictionary of English) میں مذہب کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

The belief in the existence of a god or gods, and the activities that are connected with the worship of them. 6

(ایک یا ایک سے زیادہ خداؤں، اور ان رسوم پر جو ان کی عبادت سے متعلق ہیں، عقیدہ رکھنا۔)

پس لغوی معنٰی کی بحث سے واضح ہوا کہ اس سے مراد عقیدہ، راستہ، اصول اور زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔ چناچہ مذہب کا مفہوم یہی بنا کہ ایسا عقیدہ جو کسی بھی گروہ کو زندگی گزارنے کا طریقہ فراہم کرتا ہے اور اس راستے پر چل کر انسان دنیا میں کامیابی اور آخرت میں دائمی فلاح حاصل کر سکتا ہے۔

اصطلاحی معنی

اپنے اصطلاحی مفہوم میں مذہب سے مراد وہ ضابطہ حیات ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان دنیا میں کامیاب اور آخرت میں فلاح یاب ہو سکتا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ مذہب نہ صرف انسان کی دنیوی زندگی کے ساتھ براہ راست منسلک ہے بلکہ اس کا تعلق انسان کی اخروی زندگی کے ساتھ بھی اسی قدر ہے۔ دنیا کی زندگی میں خوشگواری کے جن اخلاقی اصولوں کی ضرورت ہے وہ بھی مذہب عطا کرتا ہے اور جن اخلاقی صفات کی بنیاد پر انسان کی اخروی زندگی کامیابی سے ہمکنار ہو گی وہ بھی مذہب ہی کے ذریعے حاصل ہونے والے ایمان کے ثمرات ہوتے ہیں۔ انہی الفاظ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مختلف مفکرین ہائے مذہب کے افکار سے بھی آگاہی حاصل کرتے ہیں

راڈولف اوٹو(1869ء-1937ء) مذہب کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:

Religion is the experience of the Holy 7

(مذہب بنیادی طور پر انتہائی مقدس تصور اور تجربے کا نام ہے)۔

اسی لیے ای بی ٹیلر(1832ء-1917ء) نے اپنی کتاب Primitive Culture میں کہا ہے کہ

مذہب روحانی موجودات پر اعتقاد کا نام ہے۔8

ولیم جیمز (1842ء-1910ء) اپنی کتاب The Varieties of Religious Experience میں لکھتے ہوئے، اس نقطے کو یوں واضح کیا ہے:

> Religion shall mean for us the feelings, acts and experiences of individual men in their solitude; so far as they apprehend themselves to stand in relation to whatever they may consider the divine.9

(ہمارے لیے مذہب سے مراد وہ احساسات، اعمال اور تجربات ہوں گے، جو لوگ انفرادی طور پر اپنی تنہائی کے عالم میں انجام دیتے ہیں، جیسا کہ جو کچھ وہ خدائی قوت کے بارے میں غور کر سکتے ہیں تا کہ وہ اس کے ساتھ تعلق استوار کرتے ہوئے خود کو سمجھ لیں۔)

مذہب کے اس تصور کی رو سے مذہب کا انفرادی زندگی کے ان معاملات سے گہرا تعلق ہے جو انسان تنہائی میں اپنے لیے محسوس کرے کہ گویا، اسے مذہب نے کسی حد تک خدائی قوت کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔

اسی لیے مشہور فلسفی پروفیسر وائٹ ہیڈ(1861ء-1947ء)(Alfred North Whitehead) لکھتے ہیں کہ مذہب اعتقاد کی اس قوت کا نام ہے جس سے انسان کو باطنی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔مذہب ان صداقتوں کے مجموعے کا نام ہے جس میں یہ قوت ہوتی ہے کہ وہ انسانی کردار میں انقلاب پیدا کردیں بشرطیکہ انہیں خلوص کے ساتھ قبول کیا جائے اور بصیرت کے ساتھ سمجھا جائے۔ مذہب عالم گیر وفاشعاری (Religion is world loyalty) کا نام ہے۔10

مذہب اور دین باہم مترادف الفاظ

عام طرزِ تحریر و گفتگو میں مذہب اور دین کے الفاظ ہم معنیٰ الفاظ کے طور پر بولے جاتے ہیں۔"دین"مذہب کے لئے اسلامی اصطلاح ہے اور یہ لفظ مذہب سے کہیں زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جبکہ ادب وکلام میں ان دونوں الفاظ کا استعمال اہل علم و قلم کے تعلیمی پسِ منظر پر منحصر ہوتا ہے۔دینی مدارس سے فارغ التحصیل علماء"دین" جبکہ دنیوی مدارس سے منسلک افراد "مذہب" کے لفظ کو ترجیح دینے کی طرف راغب دیکھتے ہیں جبکہ یہاں صرف مذہب کے اصطلاحی معنیٰ کے بارے میں مفکرین کی آراء کا تذکرہ کیا جائے گا۔لفظ دین کے لئے الگ بحث اٹھائے رکھتے ہیں۔

لہذا شیخ احمد دیدات(1918ء-2005ء)لفظ "مذہب" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"مذہب سے مراد جامع نظامِ زندگی اور کامل ضابطہ حیات ہے۔یہ ہماری پوری زندگی پر محیط ہے۔اس میں تمام شعبہ ہائے زندگی،عقائد،عبادات،اخلاقی معاشرت،معیشت اور اور سیاسی امور شامل ہیں"۔11

فرید واجدی(1868ء-1919ء)لفظ "مذہب" کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"مذہب ان معقول خیالات کا مجموعہ ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ تمام افراد انسانی رشتہ میں منسلک ہو جائیں اور وہ جسمانی فائدوں سے اس طرح مستفید ہوں جس طرح قوتِ عقلیہ سے وہ ہدایت حاصل کرتے ہیں (اور) مذہب انسان کے لئے ابدی چیز ہے۔12

مذہب کے لغوی و اصطلاحی معنیٰ کی مباحث پر اجمالی نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مختلف ادوار اور مختلف روایات سے تعلق رکھنے والے مفکرین اس بات پر باہم متفق ہیں کہ مذہب سے مراد ایسا متعین راستہ ہے جو ایک ایسی مافوق الفطرت ہستی کی طرف لے کر جاتا ہے جو ظاہری و باطنی قوتوں کا محور و مرکز ہے۔ جس کی بارگاہ میں

شرف قبولیت ہی انسان کو تسکین و راحت فراہم کرتی ہے جو کہ ہر انسان کی مطلوب و مقصود منزل ہے اب وہ منزل کسی کے نزدیک صرف دنیوی کامیابی کا حصول بھی ہو سکتا ہے اور کسی کے پیشِ نظر آخرت کی فلاح و کامیابی۔

دین کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

عمومی طور پر دین اور مذہب کے الفاظ ہم معنیٰ الفاظ کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں۔ لفظ "دین" مذہب کے مترادف کے طور پر اسلامی ادب میں استعمال ہونے والی اصطلاح ہے اور یہ لفظ مذہب کی نسبت کئی زیادہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ عربی زبان کی یہ خصوصیت ہے کہ مادہ کے اصل معنی کسی نہ کسی شکل و صورت میں اس کے مشتقات فعلیہ اور اسمیہ دونوں میں باقی رہتے ہیں

لفظ دین مادہ "دان" سے مشتق ہے۔ یہ لغت میں متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے جن میں جزاء، اطاعت، قہر و غلبہ، عادت اور خضوع و پیروی وغیرہ شامل ہیں۔ لسان العرب میں دین کے لغوی کچھ اس طرح کے ہیں کہ لفظ دین اللہ تعالیٰ کی صفت "الدیان" ہے۔ یعنی اَلحَکَم، اَلقاضی۔ دین بمعنیٰ "یوم الجزا" بھی ہے۔ ایک مفہوم اس کا اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ اسی سے "دَانَ النّاس اَی قَہَرَہُم عَلَی الطّاعَۃ"۔

لفظ دین کا ایک مفہوم وہ عادت یا طریقہ ہے جس کی انسان پیروی کرے۔ یعنی "اَلِدین: اَلعادۃ والشان" [13]

کتاب العین میں لفظ دین کا معنیٰ کچھ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ

"والدین جمعہ الأدیان، والدین: اَلجزاء" [14]

(دین کی جمع ادیان ہے اور یہ جزاء کی معنیٰ میں آتا ہے)۔

علاوہ ازیں لفظ "دین" میں اطاعت کے معنیٰ بھی پائے جاتے ہیں جیسا کہ

"اَلدین: اَلطاعۃ ودانوالفلان، أی أطاعوہ" [15]

(دین کا معنی اطاعت ہے، دانو لفلان یعنی اس کی اطاعت کی)

کتاب الصحاح کے مطابق "دین" کے معنیٰ کچھ اس انداز مین بیان کئے گئے ہیں۔

یُقال: کما تدین تُدان: أی کما تُجازی تُجازَی بفعلک و قولہ عز و جل: ﴿أَإِنّا لَمدینون﴾ [16]
أی مَجزیّون مُحاسبون) [17]

کہا جاتا ہے کہ انسان جس طرح کا عمل کرتا ہے اسی طرح کا بدلہ بھی ملتا ہے چناچہ اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے کہ "اانا لمدینون "یعنی کیا ہمیں جزاء دی جائے گی اور ہمارا حساب بھی کیا جائے گا۔

کتاب الرائد میں لفظ "دین" کے معنیٰ بیان کئے گئے ہیں کہ

" أَلِّدِيُن مصدُرِدَان يَدِيُن: عبَادَة اللهِو تَقديسه، عبَادَة القوى الطَبعية الْادقَة وتَقديسها، أَلمذَهب،السَيرة، العَادَة، الْحال ، الْشان، القَضاء، الطَاعة، الَورع،التَقوى، المعصيَة، القَهر، الغَلبَة،الِكَراه،التَدبير،الَزاءالمكافَاة،المُلک، السلطَان، الْحكم، الذُّل،الْحَساب، يَوم الِدين"ـــ18

ترجمہ : (لفظ)دین صیغہ مصدر ہے دان ،یدین سے ،یعنی خدائے قادر کی عبادت اور اسکی تقدیس بیان کرنااور درست قدرتی قوتوں کی عبادت و بزرگی بیان کرنا۔اس کے معنوں میں مذہب ،سیرت،عادت،شان،اطاعت،ورع تقویٰ، معصیت،قہر،غلبہ ،اکراہ،تدبیر ،جزاءومکافات،ملک،سلطان،حکم،ذل،حساب اور یوم قیامت بھی آتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد(1888ء-1958ء)لفظ'دین'کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

سامی زبانوں کا ایک قدیم مادہ"دان"اور"دین"ہے جو بدلہ اور مکافات کے معنوں میں بولا جاتا تھااور پھر آئین و قانون کے معنوں میں بولا جانے لگا۔ چنانچہ عبرانی اور آرامی میں اس کے متعدد مشتقات ملتے ہیں۔آرامی زبان ہی سے غالباً یہ لفظ قدیم ایران میں بھی پہنچا اور پہلوی دور میں "دینیہ "نے شریعت و قانون کا مفہوم پیدا کر لیا۔خورداوستا میں ایک سے زیادہ موقع پر یہ لفظ مستعمل ہوا ہے اور زردشتیوں کی قدیم ادبیات میں انشاءوکتابت کے آئین و قواعد کو بھی دینِ دبیرہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں زردشتیوں کی ایک مذہبی کتاب کا نام "دین کارت"ہے۔جو غالباً نویں صدی مسیحی میں عراق کے ایک موبد(زرتشتی آئین کے روحانی پیشوا)نے مرتب کی تھی۔بہر حال عربی میں'الدین'کے معنی بدلہ اور مکافات کے ہیں،خواہ اچھائی کا ہو،برائی کاـ19

امام راغب اصفہانی(م1108ء)نے دین کی وضاحت اسطرح سے کی ہے کہ:

"الِّديُن هَوالطِّاعة والَجزاءَواستُعِير لِلشِرِيعةِ والِّدِين كالمِلّة يُقاُل إعتباراً بِلطّاعِة واِلنِقيِاد لِلِّشِريَعِة"ـــ 20

ترجمہ: دین کے معنی اطاعت و جزا کے ہیں اس کا اطلاق شریعت پر بھی ہوتا ہے جبکہ دین اور ملت اس کے مترادف حروف ہیں۔ شریعت پر اس کا اطلاق ان معنوں میں ہے کہ شریعت کی اطاعت اور اس کے سامنے اپنی گردن خم کرنا لازم ہے۔

اس کی تائید امام بخاریؒ (810ء-870ء) کے اس قول سے بھی ہوتی ہے:

"اَلِدّیُن اَلَجزاء فِی الِخیرِ و الَشّرِ" 21

ترجمہ: دین سے مراد اچھائی اور برائی کا بدلہ ہے۔

امام ابو حنیفہؒ (699ء-767ء) کے بقول

لفظ دین کا اطلاق ایمان، اسلام اور جملہ احکام شریعت پر ہوتا ہے 22

مندرجہ بالا الفاظ میں لفظ "دین" کے بارے میں مفکرینِ اسلام کی آراء کا تذکرہ کیا گیا۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ دین کے لغوی معنی اطاعت و بندگی، جزا و سزا، عادت، حساب، بدلہ، قہر و غلبہ، ضابطہ و طریقہ وغیرہ ہوئے۔۔

دین کا اصطلاحی مفہوم:

روزِ اوّل سے ہی انسان باہم گفتگو کرنے کے لئے الفاظ کا محتاج رہا ہے۔ پیغامات کی ترسیل کے لئے اسے الفاظ کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسے جیسے معاشرت ترقی کرتی چلی گئی انسان کے طرز کلام میں بھی تبدیلی آتی چلی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب انسان ہجرت کے مرحلہ سے گزرتا ہے تو بود و باش کے طور طریقوں کے ساتھ ساتھ گفت و شنید کے اطوار و آداب بھی اپنے ساتھ منتقل کرتا ہے۔ اسی پس منظر کی بنیاد پر ہی آج دنیا میں کئی زبانیں لکھی و بولی جاتی ہیں۔ ان کے لب و لہجہ میں یکسر اختلاف ہونے کے باوجود بھی بعض الفاظ ایسے استعمال ہوتے ہیں جو سبھی اقوام میں ایک جیسی اہمیت و قدر رکھتے ہیں۔ اسی لئے اگر الفاظ کے معنوی مباحث میں تضاد نظر آتا ہو تو وہ صرف علماء لغت کی اپنی تفہیم و اختراع کی بنیاد پر ہوتا ہے نہ کہ اصول قواعد میں۔ اسی طرح درجہ ذیل مقالہ میں لفظ "دین" کے اصطلاحی معنی کی مباحث پیش نظر ہے۔ لفظ "دین" خالص اسلامی اصطلاح کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور ہمیشہ اس سے دین اسلام ہی مراد لیا جاتا ہے جبکہ دینی طبقہ بھی اس کے متبادل کے طور پر استعمال ہونے والے لفظ "مذہب" پر اسی کو ترجیح دیتا ہے لہذا علامہ شریف جرجانی (1340ء-1413ء) نے دین کی تعریف یوں کی ہے:

"أَلدِّیُن وضْعٌ إِلٰی یَدعُوأَصحَاب العُقوِل إلی قبولِ ماھوِعندالرسولﷺ "23

ترجمہ: دین (اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ) دستور حیات ہے جو عقل والوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ لائحہ عمل کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

مولانا مودودی (۱۹۰۳۔۱۹۷۹ء) دین کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ

دین کے معنی اس طرز عمل اور اس رویہ کے ہیں جو کسی کی بالاتری تسلیم اور کسی کی اطاعت قبول کرکے انسان اختیار کرے۔24

تفسیر المیزان میں دین کے بارے میں کہا گیا ہے:

"لَیَس الدِّیُن إِلُسنّۃَ الحیاۃِ والسَّبیلُ الَّتِیَ یجب علی الإنسَانِ أن یَسلُکَھا حَتّی یَسعَدِ فِی حَیَاتِہ فَلاَغایَۃَ لِلانسانِ یَتبَعُھاإلّاالسَّعادَۃ"25

ترجمہ: دین بجز نظام حیات کے کچھ نہیں اور ایسا راستہ ہے جس پر چلنا انسان کے لیے واجب ہے تاکہ وہ اپنی زندگی میں سعادت حاصل کرسکے اور انسان کا اصلی ہدف سعادت کا حصول ہے۔

دین کے بارے میں تاریخ جامع ادیان میں لکھا گیا ہے کہ:

"أَلدِّیُن: ھَوالإِعتِرافُ بِاللِسانِ والإعتِقادُ بِلجنَانِ والعمُل بِلأرکانِ" 26

ترجمہ: "دین" زبان سے اعتراف، دل کے اعتقاد اور اس کے ارکان و دستورات پر عمل کرنے سے عبارت ہے۔

لہذا لفظ "دین" کی اس اصطلاحی تعریف میں انسان کے اعتقاد اور عمل کو معیار قرار دیا گیا ہے۔ دین سے مراد جامع نظام زندگی اور کامل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں زندگی گزارنے کے طریقے، عقائد و عبادات، اخلاق، معاشرت، معیشت اور سیاسی امور شامل ہیں۔ دین کا مقصد انفرادی سطح پر اصلاح افراد اور اجتماعی لحاظ سے معاشرتی فلاح کا حصول ہے۔ تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) مختلف ادوار میں ایک ہی دینِ مبین کی جانب دعوت حق دیتے رہے لیکن مرور زمانہ اور انسانی جبلت میں موجود حصول و تکمیلِ خواہشات کی قوت نے وقت کے ساتھ ساتھ ان تعلیماتِ دین میں بگاڑ پیدا کردیا جس کی اصلاح کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء کرام (علیہم السلام) تشریف لاتے رہے اور آج سے چودہ سو سال قبل حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہونے کی حیثیت سے تشریف لائے اور اس الٰہی دین کے تسلسل کو پایہ تکمیل تک پہنچایا لہذا ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؀27

ترجمہ: آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا۔اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا۔اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔

چناچہ دینِ اسلام کی خاصیت یہ ہے کہ کامل ہونے کے ساتھ ساتھ خالق و مالک کا پسندیدہ بھی ہے اور جو فرد و معاشرہ،اقوام و ملت بھی اپنی دنیاوی واخروی فلاح وکامرانی کا آرزومند ہیں تو انہیں اسی دین کی بتلائی ہوئی تعلیمات پر مکمل یکسوئی سے عمل پیرا ہونا پڑے گا کیونکہ اگر تقابلی انداز میں دیکھا جائے تو دیگر ادیان و مذاہب کے دامن میں صرف دعوتی انداز میں بلند و بانگ فکری وذکری دعٰوی جات تو موجود ہیں لیکن ایک بھی عملی و مثالی نمونہ پیش کرنے سے عاجز ہیں۔اسلام جہاں سوچ کو جلا بخشتا ہے وہیں عملی مظاہرہ بھی پیش کرتا ہے اور اوّلین مبلغِ اسلام کی حیاتِ طیّبہ آج کتب سیرت و دیگر طرز ہائے تحریر کی صورت میں محفوظ ہے جو اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ دین اسلام ہی اپنی کامل واکمل صورت میں انسان کی ترقی کا ضامن ہے کیونکہ پیغمبرِ اسلام کی سیرت کو ہی "اسوہ حسنہ" اور دین اسلام کی تعلیمات کو ہی دیگر نظام ہائے ادیان و مذاہب پر غلبہ عطاء کرنے کا ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰي وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؀ 28

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنا رسول،ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔

چنانچہ جس رب کائنات کا پسندیدہ دین "دینِ اسلام" ہے اسی نے رہتی دنیا تک یہ پیغام واضح فرمادیا کہ روزِ محشر بھی جس کے نامہ اعمال کو شرف قبولیت بخشا جائے گا وہ صرف وہی شخص ہوگا جو دین اسلام کی اتباع میں زندگی گزارتے ہوئے دنیا سے کوچ کرے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَھُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ؀ 29

ترجمہ: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہر گز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو لفظ "دین" ایک وسیع معنی رکھتا ہے جس سے مراد ایک جامع وہمہ گیر نظام فکر و عمل لیا جاتا ہے۔جس کی اتباع کرنے سے انسان کی انفرادی و اجتماعی اصلاح کا نقشہ ترتیب پاتا ہے۔اس کی زندگی کے سارے گوشے نورِ ہدایت سے منور ہوتے چلے جاتے ہیں۔جس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی واطاعت اور اس کے ساتھ

قلبی تعلق کے ذریعے امن و آشتی اور سکون و سلامتی کے سائے میں آجاتا ہے۔ پس "دین" انسانی زندگی کے عقیدہ و نظریہ اور فکر و عمل کے سارے شعبوں پر محیط ہے۔ جو ایک طرف انسان کو دنیوی، مادی و جسمانی زندگی کی رہنمائی اور توازن سے مالامال کرتا ہے اور دوسری طرف اس کے باطنی و روحانی پاکیزگی کی نشو و نما اور تعمیر کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ فرد کی تعمیر کے ساتھ پورے معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھاتا ہے گویا انفرادی و اجتماعی اصلاح ایک ساتھ ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ مذہب و دین کی روحِ رواں ہے۔

دین اور مذہب میں معنوی فرق:

دین اور مذہب کی لغوی و اصطلاحی مباحث کے بارے میں مختلف مکاتب فکر میں متضاد آراء پائی جاتی ہیں اور ان آراء کا تضاد عصر حاضر میں تحریر و تصنیف کی حدود و قیود سے ماورا ہو جانے کی وجہ سے واضح تر ہوتا چلا جا رہا ہے جس سے معاصر طلبہ کو ایک ہی موضوع پر بہت سارا مواد مطالعہ کے لئے دستیاب ہوتا ہے جس سے تشکیک کا عنصر جنم لیتا ہے۔ اسی تشکیک سے بچنے کے لئے اُس پسِ منظر سے آگاہی ضروری ہے جو دین و مذہب و دیگر موضوعات کی تعریفات میں اختلاف کا سبب بنتی رہی ہیں۔ دراصل اقوام و معاشرہ کی اصلاح و فلاح کے لئے نظام تعلیم ریڑھ کی ہڈی جیسی اہمیت رکھتا ہے جس پر آئندہ نسل کی تشکیل و تعمیر نو ہونی ہوتی ہے اور مستقبل میں اس کے فکر و عمل کا مظہر بھی انہی اصول و ضوابط پر عمل پیرا ہونے کی نسبت سے طے کیا جاتا ہے۔ لہذا جہاں کا نظام تعلیم مختلف ہائے ترکیبی پر مشتمل ہو گا وہاں کی تہذیب و ثقافت بھی دیگر سے الگ تھلگ ہو گی اور اسی طرح وہ قوم دیگر سے منفرد اندازِ تحریر و تقریر اپناتی چلی جائے گی۔

راقم مقالہ کے محدود مطالعہ کے مطابق برصغیر کے خطے میں پائے جانے والے علمی و فکری اختلاف کی بنیاد میں یہی عنصر کارفرماں ہے۔ کیونکہ اس خطے میں مختلف ادوار میں الگ الگ تہذیبی و ثقافتی پہچان رکھنے والی کئی اقوام نے اپنا اثر و رسوخ قائم رکھا ہے جس کی وجہ سے یہاں لکھا جانے والا ادب اس قدر تنوع کا حامل ہے کہ کسی ایک موضوع پر اس قدر وسیع علمی مواد موجود ہونے سے طالب علم تشکیک میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ معنوی مباحث میں درست کسے تسلیم کیا جائے لہذا لفظ "دین" و مذہب" کی تعریفات کے بارے میں علمی و فکری اختلاف کا پایا جانا ایک فطری عمل ہے جس کا اظہار مختلف مفکرین کی آراء کا خلاصہ مرقوم ہے۔

دین اور مذہب ہم معنی ہیں لیکن فقہی مکاتب فکر کے ہاں لفظ ''مذہب'' مخصوص سوچ یا نظریے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مذہب ہماری اسلامی تاریخ کے دین کے ماہر علماء وفقہاء کی اس فکر کا نام ہے جو انہوں نے دین کے کسی اہم مسئلے پر غور وفکر کے بعد اپنی رائے کی صورت میں دی۔ اس سوچ اور فکر کو جب اپنا یا جاتا ہے تو اسے مذہب کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی لئے مذاہب اربعہ یا چاروں مذاہب کی اصطلاح عام ہے۔ اور ہر مذہب اپنا فقہی مسئلہ بتاتے وقت یہی کہتا ہے کہ ہمارے مذہب میں یوں ہے اور فلاں مذہب میں یہ ہے۔ لیکن جب مذہبِ اسلام کہا جائے تو اس سے مراد دین اسلام ہوتا ہے۔

دوسرے نقطہ نظر سے ان دونوں میں فرق کچھ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ دین اور مذہب میں فرق یہ ہے کہ لفظ "دین" سے مراد وہ اصول ضوابط کا مجموعہ جو حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء کرامؑ کی قولی و فعلی زندگی پر مشتمل ہے جبکہ لفظ "مذہب" پر اسی پسِ منظر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بحث کی جائے تو اس سے انہی اصول و ضوابط کی فروعات مراد لی جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ازل سے دین ہمیشہ ایک ہی مطلوب و مقصودِ نظر رہا ہے۔

اس بارے میں "اسلامی نظریہ حیات" کے مصنف اپنی آراء کا اظہار اس انداز میں کرتے ہیں کہ

دین یعنی زندگی گزارنے کے طریقہ کا تعلق اللہ تعالیٰ پر ایمان اور پیغمبروںؑ کی دعوت پر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی ہدایت اور احکامات کی بنیاد پر انفرادی واجتماعی زندگی کے شعبوں کی تعمیر کرنا۔ ایسی فکر انسانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے ساتھ ساتھ آپس میں اخوت وبھائی چارہ قائم کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس مذہب سے عمومی طور پر انسانوں کی طرف سے بنایا گئے غیر واضح تصورات اور اوہام پر مبنی نظام مراد لیا جاتا ہے جو پیغمبروں کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد مذہبی پیشوا الہامی کتابوں کی تعلیمات میں اپنی طرف سے تحریف واختراع کر کے یا ان کی غلط تعبیر و تشریح کر کے وضع کر لیتے ہیں یا پھر گروہی و طبقاتی مفادات رکھنے کے لئے استحصالی عناصر اپنے مخصوص مفادات کے لئے مذہبی پیشواؤں کی مدد سے ترتیب دیتے ہیں۔[30]

آرٹیکل کے پیش نظر عنوان مقالہ کا دوسرا پہلو "نفسیات" سے متعلق ہے لہذا بحث کا رُخ دوسرے موضوع کی طرف موڑتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ جس طرح مذہب اور دین باہم ملتے جلتے معنی و مطالب رکھتے ہیں، اُسی زُمرے میں اِن دونوں سے نفسیات کا کس قدر تعلق بنتا ہے۔

آغازِ تحریر سے قبل اس نقطہ کی وضاحت کر دینا از حد ضروری محسوس ہو رہا ہے کہ برصغیر میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً امتیازی حیثیت سے دو قسم کا علمی لٹریچر (ادب) نظام درس و تدریس میں استعمال ہو رہا ہے۔ ایک جسے انگریزی لٹریچر کہا جاتا ہے جو کہ سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں پڑھایا جاتا ہے اور دوسرا اسلامی لٹریچر جو مدارس میں رائج ہے۔ یک جہتی علمی بحث پر بھی بعض اوقات ان دونوں نظام ہائے تعلیم کی بنیاد پر تربیت پانے والے مفکرین کی آراء میں تضاد پایا جاتا ہے جس کی وضاحت آئندہ صفحات کے مطالعہ سے واضح ہو جائے گی۔

انسانی زندگی کو سمجھنے کے لئے نفسیات ایک اہم اور دلچسپ موضوع ہے۔ یہ موضوع انسانی کے بنیادی رویّے کے بارے میں جاننے میں مدد دیتا ہے۔ اسی لئے ماہرین آئے دن انسانی نفسیات کے پوشیدہ راز جاننے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اس حوالے سے نت نئے انداز کا سہارا لیتے ہیں۔ نفسیات ایک بہت وسیع علم ہے۔ اس میں انسانی عقل و فطرت اور رویّوں پر تحقیق کی جاتی ہے اور انسانی فکر و عمل کو سمجھ کر مستقبل کے لائحہ عمل کو مرتب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لہذا جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نفسیات کا کلی مقصد صرف انسان کو جاننا ہے۔ بعض اہل علم دیگر مخلوقات کے رویّے جاننے پر بھی اس کا اطلاق کرتے ہیں لیکن حضرت انسان کو چونکہ باقی ماندہ مخلوقات پر تکریم دی گئی ہے اس لئے یہاں صرف انسانی نفسیات کے موضوع کو ہی پیشِ نظر رکھا جائے گا۔

نفسیات جس کا انگریزی میں ترجمہ Psychology کیا جاتا ہے دراصل میں یہ یونانی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے ماٰخذ و مصدر میں دو الفاظ کا مجموعہ ''Psyche'' جس کے معنٰی "روح" کے ہیں اور ''Logus'' جس کے معنٰی جاننا، گفتگو اور علم کے ہیں۔ ان الفاظ کی مناسبت سے "روح" کے بارے میں جو بھی گفتگو یا بات کی جائے گی وہ روح کا علم ہو گا اور روح کے اسی علم کو آغاز میں نفسیات کا نام دیا گیا تھا جو کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ مختلف اشکال اختیار کرتا چلا گیا اور آج اپنی جدید صورت میں روح پر گفتگو کرنے کے ساتھ ساتھ اس میں انسانی عمل کا مطالعہ بھی شامل کر لیا گیا ہے گویا آج نفسیات سے مراد انسانی روح و عمل دونوں کو یکجاں تصور کیا جاتا ہے بلکہ فکر، عقل، روح، مادی وجود اور معاشرتی زندگی جیسے موضوعات، سبھی کو مجموعی طور پر ایک انسان کی نفسیات کو سمجھنے کے لئے بنیادی مواد کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ لہذا اس کے لغوی معنی کی پڑتال میں مختلف مفکرین کی آراء کا تذکرہ درجہ ذیل ہے۔

اردو لغت میں نفسیات کے معنی درج ہیں کہ

"نفسیات (س)(اردو، مذکر)، علم النفس، وہ علم جس کا تعلق ذہن سے ہے۔31

فروز اللغات میں لکھا ہے کہ

نفسیات: (نف۔سی۔یات)، (ع۔ا۔جز) ذات سے متعلق باتیں، علم النفس، انسان کے نفسی عوامل اور لاشعور کی تحقیق کا علم (Psychology)32

یعنی انسانی حسیّات اور انسانی روح کی متعلقات کو علم النفسیات کہا جاتا ہے اور اسے دماغی شعور کا وہ علم قرار دیا جاتا ہے کہ جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں سے ہمہ وقت وہمہ جہت منسلک رہتا ہے۔

مغربی سکول آف تھاٹ میں فلسفہ یونانی کو مرکزی اہمیت حاصل رہی ہے۔ قدیم یونان کے فلاسفرز کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں زیادہ تر تخیّلاتی افکار پر مشتمل فلسفیانہ مباحث کا تذکرہ ملتا ہے جن کے اثرات بعض میں علوم شرقیہ کے مفکرین کے افکار میں بھی ملتے ہیں۔ یوں نفس اور روح کی مباحث دونوں اطراف میں مشترکہ موضوع کا سبب بن گئی کیونکہ ان دونوں مباحث کا تعلق انسان کی خود کی ذات سے تھا اور فکری تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ انسان نے سب سے زیادہ جستجو خودی کے متعلق کی ہے لہذا فلسفہ یونانی میں جسم اور روح کے بارے میں جو آراء کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کا خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ انسانی تخلیق میں جسم اور روح دونوں شامل ہیں مگر روح کو جسم پر فوقیت حاصل ہے اور اس فوقیت کی شاید یہی وجہ ہے کہ یونانی فلسفہ کے مطابق روح، انسانی جسم پر کامل اختیار رکھتی ہے اور انسان کا ہر عمل اس کی روح کے زیر اثر ہوتا ہے۔ جب روح انسانی وجود کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے تو پھر وجود ساکت ہو جاتا ہے۔ وہ ہر قسم کی حرکت کرنے سے قاصر ہوتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کا ہر عمل اس کی روح کا عکس ہوتا ہے۔

انگلش۔ عریبک لغت میں نفسیات کے لغوی معنٰی درجہ ذیل الفاظ میں لکھے گئے ہیں۔

"معرفۃ النفس، Psychology : Mari-fata-nafs." یعنی نفس کی شناخت، پہچان، علم وغیرہ۔33

لٹل آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق نفسیات کا معنی ہے کہ

Psychology: The scientific study of human mind, the way in which someone thinks or behaves.34

علوم کے ارتقائی مراحل میں علم النفس کو ابتدائی طور پر روح اور جسم کے مطالعہ پر محیط گردانا جاتا تھا لیکن انیسویں صدی عیسوی میں ولیم جیمز اور اسی قبیل کے دیگر ماہرین کی کاوشوں کی وجہ سے مذکورہ علم فلسفیانہ مباحث سے نکل

کر علمی میدان میں کار گر ثابت ہونے لگا جس کی بدولت آئندہ زمانہ میں اس میدان میں مزید وسعت پیدا ہوئی اور تحقیقات کا دائرہ انسانی زندگی کے اور کئی پہلوؤں پر مشتمل ہوتا چلا گیا۔ جس کی بناء پر آج کی جدید نفسیات میں انسانی فکر و وجود کی ساخت کے ساتھ ساتھ اس کے عمل کا جائزہ لینے کو بھی شامل کر لیا گیا ہے جیسا کہ Savendra-k-ciccarella کے مطابق

"Psychology is the scientific study of behaviour and mental process. Behaviour includes all of our out word or event and reaction, such as talking, facial, expression and movement"35

نفسیات دراصل ایک جامع اور وسیع اصطلاح ہے جو ایک طرف فرد کے شعور سے بحث کرتی ہے تو دوسری طرف اسی انفرادی شعور کو اجتماعی شعور سے مربوط کرنے کی بھی جدوجہد کرتی ہے جبکہ قدیم یونانی ماہرین کے مطابق نفسیات سے صرف ذہن کا علم مراد لیا جاتا تھا۔ کیوں کہ علم نفسیات میں فرد کی شخصیت میں پائے جانی والی، کیفیات، جذبات واحساسات، شعوری اور لاشعوری اعمال کے مجموعے کو ذہن(Mind) کہا جاتا تھا۔ ان کے مطابق جب کوئی فرد کسی صورت حال کا سامنا کرتے ہوئے ردِ عمل کا اظہار کرتا ہے تو وہ ذہن کی بدولت ہوتا ہے، سقراط، افلاطون اور ارسطو نے روح اور ذہن کو مترادف قرار دیا۔ ان کے مطابق نفسیات کا تعلق براہ راست انسان کے دماغ سے ہے۔ انسان کے دماغ میں پیدا ہونے والے تصوّرات کی پے در پے موجیں ہی اصل میں اس کی شخصیت اور کردار کو نفسیات کے ساتھ جوڑتی ہیں۔ یوں نفسیات اصل میں فرد کے کردار اور دماغی صلاحیتوں کو نہ صرف تابع رکھتی ہے بلکہ اسے کمزور یا توانا کرنے کی اہلیت بھی رکھتی ہے۔ کسی نہ کسی صورت میں نفسیات کا تعلق انسانی ذہن کے ساتھ ضرور رہا ہے۔ اس کے علاوہ نفسیات کو صرف انسانی ذہن کا نام دینے پر اکتفاء نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ذہن کے تربیت، ذہنی اعمال، افعال، ذہنی صحت اور ذہنی مشاغل پر مشتمل ہر پہلو پر نفسیات کے میدان خاص چھاپ نظر ہوتی ہے اور ذہن کے تمام اعمال کو منظم و مربوط کرنے میں اس کا اہم کردار واضح ہوتا ہے۔

رخشندہ شہناز رقم طراز ہیں کہ:۔

اٹھارویں صدی میں دیگر علوم کی ترقی کا اثر نفسیات اور اس کے طریقہ کار پر بھی پڑا اور نفسیات میں بھی معروضی مطالعے کی اہمیت محسوس کی جانے لگی۔ اس وقت ذہن کی توجیہ کرنے کے لئے ذہنی اعمال کا تصور متعارف کروایا گیا۔ اس

دور میں پہلی بار اس بات کی وضاحت کی گئی کہ ذہن بذاتِ خود کوئی الگ حیثیت نہیں رکھتا بلکہ ذہنی اعمال ہی ہمیں ذہن کا پتہ دیتے ہیں۔36

ماہرینِ نفسیات نے نفسیات کو ذہنی اعمال کے مطالعہ کا نام دیا اور اس کی اہمیت کو اجاگر کیا جبکہ نفسیات میں ذہنی اعمال کے ساتھ ساتھ انسانی فطرت کا مطالعہ بھی کیا جاتا ہے۔انسانی فطرت کے مطالعے کے دوران کبھی احساسات، عادات، خوشیوں اور غموں سے واسطہ پڑتا ہے تو کہیں کہیں نفسیات، ہیجانات کا جائزہ بھی لیتی نظر آتی ہے۔

کہیں نفسیاتی مطالعے میں تفکر، گفتگو، تشنہ آرزوئیں، خواہشات اور رنجشیں دیکھائی دیتی ہیں اور کہیں ذہنی امراض کی تنگ گھاٹیوں سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔غرض اس سفر میں علم نفسیات انسانی فطرت، کردار اور ذہن کا مطالعہ کرتی ہے۔جہاں کہیں بھی انسان ہوگا یا انسان کا عمل دخل ہوگا وہاں ہر صورت نفسیاتی عوامل کارفرما ہوں گے

ڈیوڈ مئیر کے مطابق(1942ء)

"Psychology is a science that seeks to answer such questions about us all – how and why we think, ful and act as we do"37

نفسیات کا علم،انسانی کردار اور سوچ کی بھول بھلیوں کی گہرائیوں تک پہنچنے کا نام ہے۔اسی علم کو سائنس کا نام دیا گیا ہے اور علم نفسیات کو سائنسی علم قرار دینے کی وجہ بھی شاید یہی ہے کہ اس میں سائنسی طریقہ کار کے مطابق فرد کے فکر عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

چارلس سی ایم(1864ء-1907ء) کے مطابق:

نفسیات بھی ایک سائنس ہے کیونکہ نفسیات میں بھی حالات وواقعات اور مختلف انسانی کرداروں کی وضاحت کی جاتی ہے۔نفسیات کے مطالعات اور تجربات کے دوران فرد کے کردار کو متاثر کرنے والے عوامل یا متغیّرات کو قابو کر کے فرد کے کردار میں پیدا ہونے والے ممکنہ ردِعمل کے بارے میں پیشین گوئی کی جاتی ہے۔گویا ذہنی اعمال اور کردار کی وضاحت کرنا،ان کی وجوہات کا پتہ لگانا،ان کی پیمائش اور پیش گوئی کرنا نفسیات کے مقاصد (اصلیہ) ہیں یوں کی نفسیات میں نہ صرف فرد کے کردار بلکہ ذہنی اعمال کا مطالعہ بھی کیا جاتا ہے۔38

عصرِ حاضر میں سائنسی علوم کے تحقیق کے لئے اختیار کیا گئے طریقہ کار کو ہی معیار قرار دیا گیا ہے جس میں سب سے پہلے ایک مفروضہ بنالیا جاتا ہے۔پھر اس مفروضے پر سوالات کو اکٹھا کرنا، تحقیق کی سمت کا تعیّن کرنا، نتائج مرتب کرنا

اور نتائج کی جانچ پڑتال کر کے آخر پر ایک حتمی فیصلہ دیا جاتا ہے جسے قائم کیے گئے مفروضے کا کامل نتیجہ مانا جاتا ہے۔اور اسی کو ہی سائنسی طریقہ کار کا نام بھی دیا گیا ہے۔یہی طریقہ کار کم وبیش موجودہ دور میں تمام علوم کی تحقیقات کے لئے مروّج ہو گیا ہے اور نفسیات کے میدان میں بھی اسی پر انحصار کیا جارہا ہے جس کی بدولت ماہرینِ نفسیات بھی اس بات پر زور دے رہے ہیں کی علم النفسیات کو بھی سائنسی علوم میں شمار کیا جائے۔

جس طرح سائنس کا اہم مقصد مستقبل کے حوالے سے پیش گوئی کرنے کی صلاحیت حاصل کرنا ہے اسی طرح ماہرینِ نفسیات بھی فرد کے کردار کا مطالعہ کر کے آئندہ کا لائحہ عمل مرتب کرنے اہمیت کو اجاگر کا نا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد ضیاء اپنی کتاب "تعلیمی نفسیات اور نصاب" میں رقمطراز ہیں کہ :-

علم نفسیات وہ علم ہے جو انسانوں اور دوسرے حیوانوں کے کردار کا سائنسی مطالعہ کرتا ہے۔کردار کا اطلاق صرف ان اظہاری افعال پر نہیں ہوتا جو مشاہدے میں آسکتے ہیں بلکہ ان افعال اور کیفیات پر بھی ہوتا ہے جو مشاہدے میں نہیں آسکتے۔مشاہدے میں آنے والے افعال کا مطالعہ عام طور پر براہِ راست نہیں ہو سکتا اس لئے انہیں بالواسطہ طریقے سے زیرِ مطالعہ لایا جاتا ہے۔گویا اندرونی افعال و کیفیات کے مطالعہ کا طریقہ بالعموم یہی ہے کہ ظاہری افعال کے مطالعے سے ان کے بارے میں نتائج اخذ کئے جاتے ہیں البتہ چند اندرونی افعال و کیفیات ایسی بھی ہیں جن کا مطالعہ آلات کے ذریعے کیا جاتا ہے۔[39]

قدیم یونانی مفکرین کے مطابق نفسیات سے روح کا مطالعہ کرنا مراد لیا جاتا ہے اور انسان کا ہر عمل و کردار اس کی روح کی تابعداری کرتا ہے۔جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ انسان کے عمل و کردار کا مطالعہ دراصل میں اسی کی روح کا مطالعہ کرنے کے مترادف ہے۔بعض اہل علم کے مطابق نفسیات سے ذہن کا شعور کے مطالعے کو مراد لیا جاتا ہے۔

ٹچنر(Tichner) اور جیمس(James) جیسے سائنسی مفکرین کے نزدیک انسانی کرادر ہمارے ذہن و شعور کی تحریک کا نتیجہ ہے۔عموماً اس سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ جب انسان کے کردار کا مطالعہ کیا جائے گا تو در حقیقت اس کے ذہن و شعور کا مطالعہ ہو گا۔

مندرجہ بالا آراء کی تلخیص بیان کی جائے تو یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ انسان اپنے ذہن و شعور کا تابع ہو اور اس کا ہر عمل اس کے ذہن و شعور کی اتباع میں ہی پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے لیکن اگر اسی بات کو تنقیدی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس

میں انسان کی صرف ایک ہی قسم شمار کی جاسکتی ہے جو کہ صاحبِ عقل ہو اور جن کا ذہن و شعور کامل درست حالت میں موجود ہو اور وہ تمام اعمال درستگی کے ساتھ سرانجام دیتے ہوں جبکہ حقائق اس کے برعکس بھی موجود ہیں۔ایسے انسان بھی لاتعداد موجود ہیں جو نفسیات کی مندرجہ بالا بیان کی گئی تعریف کے زمرے میں نہیں آتے تو جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اُس تعریف میں کہیں نہ کہیں خامی موجود ہے جہاں سے ایک الگ قسم کی آراء کا احیاء ہوتا ہے جن کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

بقول پروفیسر عبدالقادر:

نفسیات سے مراد وہ علم ہے جو انسانی کردار کا مطالعہ اس کے ماحول کے مطابق کرے۔40

مذکورہ بالا تعریف سے نفسیات کے علم کو سمجھنے میں پہلے کی نسبت زیادہ وسعت پیدا ہوئی ہے کیونکہ کوئی بھی انسان اپنے اردگرد کے ماحول سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتا یا بغیر کسی ماحول کے پرورش نہیں پاسکتا تو پھر صرف انسانی کردار کا مطالعہ کرنے سے نفسیات کا علم کیسے مکمل ہو سکتا ہے جب تک کہ ماحول کو بھی زیر مشاہدہ نہ لیا جائے اور جب بھی ماحول کی بات کی جائے گی تو لامحالہ ایک فرد کا دوسرے فرد سے اور پھر اجتماعی افراد سے تعلق کو بھی زیرِ بحث لایا جائے گا اور اسی طرح ایک فرد کے ذہن و شعور کا مطالعہ کرنے کے لئے اس سے منسلک دیگر افراد اور ان افراد کی اجتماعیت سے تشکیل پانے والا معاشرہ کیسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے لہذا ایک فرد کے مطالعے کے لئے (فرد۔ماحول۔معاشرہ) کی تکون ہی کامل و مفصّل معلومات فراہم کرسکتی ہے اور یہی اصل مدّعا نفسیات کے مطلوب و مقصود ہونا بھی چاہیے۔

عصرِ حاضر میں علم نفسیات کو یہ انفرادیت حاصل ہو چکی ہے کہ کوئی بھی شعبہ زندگی کو سب سے پہلے مفکرین اس کی نفسیات کو جانچنے اور سمجھنے کی تگ و دو کرتے ہیں۔جس کی وجہ سے نفسیات نے ایک علیحدہ و آزادانہ مقام حاصل کرلیا ہے۔ اس کی تشریح و توضیح کو مندرجہ ذیل انداز میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

نفسیات دراصل انسان کی ذہنی سرگرمیوں اور فرد کی خارجی کردار کا مطالعہ ہے۔ایک فرد کی ذہنی سرگرمیوں اور اسکے شعوری و لاشعوری فعالیتوں کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔اس کے خارجی اثرات کے تحت رونما ہونے والے کردار کا مطالعہ بھی کیا جاسکتا ہے۔41

زمینی سرگرمیوں اور خارجی کردار کا مطالعہ نفسیات کہلاتا ہے اور خارجی کردار جہاں زمینی سرگرمیوں سے ہم آہنگ ہے اسی آویزش و آمیزش کا نام نفسیات ہے۔نفسیات ہر اس عمل و کردار کا مطالعہ کرتی ہے جو مختلف حالات کی بدولت زندگی میں پیش آتے ہیں۔اس کا تعلق فرد کے سوچنے، محسوس کرنے اور عمل کرنے سے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔

کروائنڈ کرو کے نزدیک نفسیات سے انسانی رویوّں سے آگاہی کا علم ہے جیسا کہ بیان کرتے ہیں

"Psychology is a science that seeks to describe and explain as related to human behaviour deals with thinking falling and doing and with is inherited and learned patterns of reaction, It is concerned with the basic principles that underline human behaviour."42

انسانی شخصیت اور کردار کو نفسیاتی اصولوں پر پرجانچا جا سکتا ہے۔یہی شخصی اوصاف اور داخلی و خارجہ واقعات مل کر انسان کی فطرت کو تشکیل دیتے ہیں اور اسی فطرت کا مطالعہ دراصل نفسیات ہے اسی وجہ سے اسے انسانی فطرت اور فرد کے پوشیدہ خیالات اور ذہنی کیفیات کے ساتھ ساتھ اس کے خارجی اثرات اور داخلی و خارجی سرگرمیوں کے سائنسی تجزیے کا نام دیا جاتا ہے۔انسان کی شخصیت میں شعور و لاشعور کی وجہ سے جو بگاڑ اور سنوار کی کیفیت ایک ذہنی نمو و ارتقاء کا باعث بن رہی ہے۔اسے جہاں نفسی بالیدگی کا نام دیا جاتا ہے وہیں ان عوامل کا کھوج لگانا نفسیات کے مرہونِ منت ہے۔

اسکنر (Skinner) نے اسی حوالے سے نفسیات کو ذہنی عمل اور برتاؤ کا نام دیا ہے:-

Psychology: The science of mental process and behaviour, mental process: What the brain does when a person stores, recollects or utilize data or has specific sentiments”43

اسکنر نے اسی ذہنی برتاؤ کا سائنسی تجزیہ کیا۔جس کی مدد سے ذہن میں پیدا ہونے والی تمام باتوں کے ساتھ ساتھ ذہن میں جمع شدہ معلومات کا تجزیہ بھی کیا جاتا ہے۔

بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ عصرِ حاضر میں نفسیات ایک سائنسی علم کی حیثیت اختیار کر چکا ہے جس کے احاطہ کار میں نہ صرف انسانی زندگی کا مطالعہ بلکہ دیگر مخلوقات پر تجربات و مشاہدات کرنا بھی شامل ہو چکا ہے اور ماہرین نفسیات اپنی انتھک کاوشوں سے علمی میدان میں یہ باور کروا چکے ہیں کہ جو بھی شعبہ ہائے حیات ہو یا جو بھی کارِ حیات سرانجام دینا ہو اس میں کامل دسترس کے حصول کو اپنا مطلوب و مقصود رکھنے والے طالبین کے لئے نفسیاتی پہلوؤں کو نظرانداز کر کے کامیابی کی

کنجی حاصل کرنا ممکن نہیں رہا۔لا محالہ یہ کہنا پڑے گا کہ علمِ نفسیات تمام شعبہ ہائے حیات میں اپنی انفرادیت کو مقبولیت کا درجہ دلانے میں کامیاب ہو چکی ہے۔

خلاصہ البحث:

مندرجہ بالا مختلف مفکرین کی آراء کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مذہب کی جو تعریف غیر مسلم مفکرین نے بیان کی ہے وہ اسلامی نقطہ نظر سے یکسر الگ نظر آتی ہے جو اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ کسی بھی دین کی تعبیر و تشریح کرنے سے قبل اس دین کی صحیح اور کامل ترجمانی تبھی ممکن ہے جب اس کی اتباع کو کامل یکسوئی سے اپنا لیا جائے لہذا اسلامی نقطہ نظر سے دین ایک کل کی مانند ہے اور مذہب سے اس کی جزیات مراد لی جاتی ہیں جبکہ غیر مسلم مفکرین مذہب سے ایک مکمل اور منفرد نظامِ اصول و ضوابط ختراع کرتے ہیں جس کی اقدار دیگر معاصر مذاہب سے الگ ہوتی ہیں۔

دین ایک مکمل نظام قوانین ہے جن سے انسانی زندگی کے لئے ضابطہ حیات وضع ہوتا ہے گویا دین انسانی کی پوری زندگی پر محیط ہوتا ہے۔دین ایک ایسا نظام حیات ہے جو انسانوں کی فلاح و کامیابی کے لئے اللہ تعالی نے وحی کے ذریعے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔یہ دنیوی واخروی حیات کے لئے مشعلِ راہ ہے۔اس کی عطا کی ہوئی روشنی کی اتباع کرتے ہوئے انسان دونوں جہانوں میں فلاح یاب ہو سکتا ہے۔

بالفاظ دیگر چنانچہ مذہب ایک جزوی حقیقت ہے جبکہ دین ایک کامل و اکمل۔مذہب چند ایک اختراعات و شروحات کے ضمن میں اپنائے گئے عقائد و عبادات کا مجموعہ ہوتا ہے جبکہ دین وحی الٰہی کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہوتا ہے۔ مذہب کی تعبیرات میں اتفاق و اختلاف کا مبہم عنصر پایا جاتا ہے جبکہ دین کے معاملے میں ایسا ہونا ممکن نہیں۔متعیّن شدہ مذہب کی اتباع میں خسر و عصیاں کا امکان ہے جبکہ دین کی اطاعت میں ہمہ وقت و ہمہ اوسط فلاح و کامیابی کا تب تقدیر نے مقدر کر دی ہے۔

اسی طرح نفسیات بھی انسان کے اقوال و اعمال کے بارے میں کامل آگاہی رکھنے کا نام ہے جسے ماحولیاتی اثرات سے مبرّا ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا۔کوئی بھی شعبہ ہائے زندگی نفسیات کے احاطہ سے باہر نہیں رہا لہذا فلاح و اصلاح فرد

ومعاشرہ میں دین ومذہب کے ساتھ ساتھ نفسیات کا بھی اہم کردار ہے جو کامیابی وکامرانی کے حصول میں ممد ومعاون ثابت ہو سکتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ابن منظور، محمد بن مکرم۔لسان العرب(طبع اوّل)۔بیروت: داراحیاء التراث العربی1996ء،ج1،ص393۔

2۔الحاج مولوی فیروزالدین۔فیروزاللغات۔لاہور: فیروز سنز لمٹیڈ1988ء،ص1067۔

3۔وارث سرہندی۔قاموس مترادفات۔لاہور: اردو سائنس بورڈ2001ء،ص981۔

4۔مذہب لکھنوی۔مذہب اللغات۔لکھنو: محافظ اردو بک ڈپو1968ء،ص8۔

5- Ronald Johnstone, Religion in Society. New York: Milton Park 2016, p13-20

6. The little Oxford dictionary 9th edition,Oxford: Oxford University Press (1st Edition) 1930, p12.

7. Rudolf Otto , *The Idea of the Holy* , Translated By , J.W. Harvey from Germen , New York: Oxford University Press , 1923, p1.

8- E. B. Tylor, *Primitive Culture.* London: John, Murray, Albemarle Street 1891, p129.

9-William James, The Varieties of Religious Experience .US: Longmans 1912, p31.

10.Alfred North Whitehead , *Science and The Modern World* .New York: Simon and Schuster 1997, p222.

11۔شیخ احمد دیدات۔یہودیت، عیسائیت اور اسلام۔لاہور: عبداللہ اکیڈیمی2010ء،ص25۔

12۔واجدی، محمد بن فرید۔تطبیق الدیانۃ الاسلامیہ۔قاہرہ:1948ء،ص14۔

13۔لسان العرب۔ایران: نشرادب الحوزہ قم1984ء،ج4،ص458۔

14۔الفراہیدی، خلیل بن احمد۔کتاب العین(طبع اوّل)،بیروت: دارالکتاب العلمیہ2003ء،،ج1،ص611۔

15۔ایضاً۔

16۔الصّافّات53:37

17۔الجواہری،اسماعیل بن حماد۔کتاب الصّحاح(طبع اوّل)۔مصر: دارالکتاب العربی س ن،ج5،ص231۔

18۔جبران مسعود۔الرائد معجم لغوی عصری طن۔بیروت: دارالعلم للملایین1967ء،ص688۔

19۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن (اشاعت طہارم)۔ دہلی: ساھتیہ اکادمی 1989ء، ج1، ص114۔

20۔ امام راغب اصفہانی۔ المفردات فی غریب القرآن۔ کراچی: نور محمد، اصح المطابع، کارخانہ تجارت 1961ء۔ ص۱۷

21۔ البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح (طبع اوّل)۔ ریاض: دارالسلام 1999ء، حدیث نمبر، ا ص۷۔

22۔ ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت۔ الفقہ الاکبر مع شرح ملاّ علی قاری (طبع اوّل)، قاہرہ: مصطفٰی البانی س ن، ص۹۰۔

23۔ الجرجانی، علی بن محمد۔ کتاب التعریفات، ط ن، قاہرہ: دارالفضیلۃ س ن، ص۷۔

24۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ۔ تفہیم القرآن۔ لاہور: ادارہ ترجمان القرآن 1999ء، ج4، ص386

25۔ طباطبائی، محمد حسین۔ تفسیر المیزان (طبع اوّل)۔ بیروت: موسسۃ الاعلمی 1997ء، ج16، ص121۔

26۔ ناس، جان بی۔ تاریخ جامع ادیان، (مترجم)، تہران: انتشارات پیروز 1986ء، ص8۔

27۔ المائدہ 3:5

28۔ التوبۃ 33:9

29۔ آل عمران 85:3

30۔ صفدر حسین صدیقی۔ اسلامی نظریہ حیات،، لاہور: اسلامی بکس سنٹر 2000ء، ص32۔

31۔ مرزا مقبول بیگ بدخشانی۔ اردو لغت۔ لاہور: مرکزی اردو بورڈ کنال پارک گلبرگ 1963ء، ص248۔

32۔ الحاج مولوی فیروزالدین۔ فیروزاللغات۔ لاہور: فیروز سنز لمٹیڈ 1988ء۔ ص1368

33.F. Stiengass, Ph.D (University Munich) English Arabic - DictionarySang.meel Publication URDU Bazar Lahore (Pak) 1979, p5.

34. The little Oxford dictionary 9th edition, Oxford: Oxford University Press (1st Edition) 1930. p555

35. Savendra – K – Ciccarella, psychology, , (University of Mumbai)5th Edition Multi line book Regal Chowk hall Lahore 2011.p/5

36۔ رخشندہ شہناز۔ کاروانِ نفسیات، لاہور: مکتبہ کاروان 2008ء ص/3

37. David Myers, psychology (10th Edition) Worth publisher’ Newyork: 2010 p550

38. Charles, C.M., Educational psychology (2nd Ed), USA: C.V Mosby Company 1976 p55

39۔ ڈاکٹر محمد عارف ضیاء۔ تعلیمی نفسیات اور نصاب۔ اسلام آباد: کورس کوڈ 518 علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی 2011ء ص9

40۔ پروفیسر چوہدری عبدالقادر۔ نفسیات۔ لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی طبع اوّل 1927ء، ص16

41۔سید ساجد حسین۔نفسیات و تعلیم۔کراچی: رہبر پبلیشرز اردو بازار2000ء، ص23۔

42. Crow & Crow Educational psychology, 3rd Edition London: Collier Macmillan LTD 1968. p650,

43. Skinner B.F, The behaviour of organisms, , Newyork Appletion Century Crofts 1938. p330.